فرانس: اسکارف پر پابندی، ۲۰ سال

روکھایا دیالو°

فرانسیسی سیکولرزم کے تحت ۲۰۰۰ء کے اوائل میں، میں نے تحریک آزادیٔ نسواں سے وابستگی کا فیصلہ کیا۔ اس مقصد کے لیے حقوقِ نسواں کی تنظیم میں شمولیت اختیار کی۔ اس وقت سیکولرزم کے نام پر ایک قومی بحث چل رہی تھی کہ ''کیا سیکولر سرکاری اسکولوں میں مسلم طالبات کو سر ڈھانپنے کا حق حاصل ہے یا نہیں؟'' مہینوں کی بحث کے بعد، مارچ ۲۰۰۴ میں، فرانسیسی پارلیمنٹ نے ایک قانون منظور کر کے 'ہیڈ اسکارف' پر پابندی عائد کر دی۔ اسکولوں میں ''ایسی علامتیں یا ملبوسات جو طالب علموں کی مذہبی وابستگی کو واضح کرتی ہوں'' کا پہننا غیر قانونی قرار دے دیا گیا۔

اس وقت میں نے محسوس کیا کہ یہ فیصلہ تحریکِ حقوقِ نسواں کے حلقوں میں کافی مقبول ہے، بشمول اس سفید فام گروہ کے، جس کا میں حصّہ تھی۔ بہت سے سفید فام حقوقِ نسواں (Patriarchy) کی علَم برداروں (Feminists) کا خیال تھا کہ ان کا مشن مسلمان خواتین اور لڑکیوں کو اسلام سے جڑے اس خاص قسم کے پدرانہ برتری کے نظام سے نجات دلانا ہے۔ اگر مسلم خواتین اس پدرانہ جبر کو برداشت کر رہی ہیں، اور حجاب پہننے کے معاملے میں ان کی اپنی کوئی مرضی یا آزادی نہیں ہے، جس سے میں اختلاف کرتی ہوں، تو انھیں اسکولوں سے دور رکھنا کس طرح انھیں بنیادی حقوق تک رسائی دینے میں مدد کرے گا؟ میں نے یہ نقطۂ نظر اپنایا کہ ان کے تجربے کی وضاحت ثقافتی تسلط (cultural domination) کی عینک سے کرنے کے بجائے یہ دیکھنا چاہیے کہ وہ خواتین اور لڑکیاں اپنے لیے خود کیا چاہتی ہیں؟

° فرانسیسی صحافی، مصنّفہ اور فلم ساز۔ ترجمہ: خالد حیات

۱۹۰۵ء کا قانون، جس نے سب سے پہلے فرانس میں لادینیت/سیکولرزم کا اصول قائم کیا، آزادی کی ضمانت کے بارے میں تھا۔ اس نے بلاکسی عقیدے کی تفریق کے چرچ اور ریاست کی علیحدگی، فرانسیسی شہریوں کی مذہبی آزادی، اور قانون کے سامنے تمام شہریوں کے احترام کے نظام کو قائم کیا۔ سیکولرزم نے فرانسیسی ریاست اور قومی اداروں پر غیر جانب داری نافذ کی، لیکن شہریوں سے ذاتی غیر جانب داری کا مطالبہ نہیں کیا۔ مگر پھر ایک سو سال بعد ۲۰۰۴ء میں سیکولرزم کے اصول کی تفہیم میں ایک اہم موڑ دیکھا گیا، جس میں ریاستی اسکولوں میں جانے والوں سے مذہب کے بارے میں غیر جانب دار رہنے، یا کم از کم اپنے عقائد کے بارے میں محتاط رہنے کا مطالبہ کیا گیا۔ تعلیم ہی وہ واحد عوامی محکمہ تھا، جس پر ۲۰۰۴ء کا یہ قاعدہ لاگو ہوا۔

نائن الیون کے بعد، بڑھتے ہوئے اسلاموفوبیا کے تناظر میں، فرانس کے عوام کی اور میڈیا اور سیاسی طبقے کی یہ رائے بن گئی کہ مسلمانوں کے شناختی وجود (visibility) پر کڑی نظر رکھنی چاہیے۔ طالب علموں کو ان قومی تعلیمی اداروں کی طرف سے تحفظ حاصل ہونا چاہیے، جس میں وہ شرکت کرتے ہیں۔ اس سے کوئی فرق نہیں پڑتا کہ انھوں نے خود کو کس طرح پیش کرنے کا انتخاب کیا ہے۔ لیکن سیکولرزم کے اصول نے ترقی کر کے یہ مطالبہ بھی شامل کرلیا کہ لوگ مذہبی عقیدے کو مکمل طور پر نجی رکھیں، جب کہ ۲۰۰۴ء کا قانون تمام 'نمایاں' مذہبی علامتوں پر پابندی کے لیے بنایا گیا تھا، جس میں عیسائی صلیب بھی شامل تھی۔ لیکن یہ تو محض ایک حوالہ تھا، جب کہ عملی طور پر اس نے اسلام کے اظہار کو ہی نشانہ بنایا۔ اس طرح اس قانون نے پچھلے ۲۰ برسوں میں بے لگام اسلاموفوبیا کے تعاقب کے دروازے کھولے، جس کی علامتی اور متعین شناخت مسلم خواتین اور لڑکیوں کی ظاہری شکل میں کی گئی۔

۲۰۲۳ء میں میکرون کی فرانسیسی حکومت نے ریاستی اسکولوں میں 'عبایا' (لمبے بازو والا لباس) پر ایک اور پابندی، وضاحت کیے بغیر، شامل کر دی، جس سے اسکولوں کو من مانے احکامات صادر کرنے کی گنجایش ملی۔ لمبے لباس اور عبایہ میں فرق بتانا مشکل ہے۔ بہت سی مسلمان لڑکیاں اور خواتین عام دکانوں پر بکنے والے ملبوسات سے جسم کو ڈھانپتی ہیں۔ لہٰذا، یہی لباس ایک مسلمان لڑکی کے لیے مذہبی سمجھا جاتا ہے، لیکن ایک غیر مسلم کے لیے آزادانہ طور پر قابلِ قبول تصور کیا جاتا۔ یہ نسلی امتیاز (Racial Profiling) نہیں تو کیا ہے؟

۲۰۱۱ء میں عوامی وسرکاری مقامات پر اپنے چہرے کو ڈھانپنا غیر قانونی قرار دیا گیا۔ بہت سوں کا خیال ہے کہ اس عمل سے صرف برقعوں کو نشانہ بنایا گیا۔ ۲۰۱۶ء میں میونسپلٹیوں نے عوامی تالابوں اور ساحلوں میں 'برکینی' (burkini: یعنی پیراکی کے وقت پورے جسم کو ڈھانپنے والا لباس) پہننے پر پابندی لگانا شروع کی۔ اس حکم کے خلاف درخواست بھی عدالت میں ۲۰۲۲ء میں مسترد ہوگئی۔

حجاب پہننے والی خواتین کھلاڑیوں کو ٹیموں سے خارج کر دیا گیا، اوران کے کھیلنے پر پابندی لگا دی گئی۔ ستم ظریفی یہ ہے کہ جہاں فرانسیسی کھلاڑی اپنے ملک میں حجاب نہیں پہن سکیں گی، وہیں بین الاقوامی اولمپک کمیٹی کے قوانین دوسرے ممالک کی خواتین کو حجاب پہننے کی اجازت دیں گے۔

سرکاری محکموں کے برعکس، نجی ملکیت کے کاروبار سیکولرزم کے قوانین کے پابند نہیں ہیں۔ لیکن بہت سے اُلجھن کے شکار لوگ ان کو بھی ان قوانین کا پابند سمجھتے ہیں، جس کا مظہر اسٹراسبرگ شہر میں جوتوں کی دکان پر کام کرنے والی ایک باحجاب عارضی ملازمہ کے ساتھ کیے جانے والے ناروا سلوک میں یہ رویہ دیکھا جا سکتا ہے۔ وہ سیکولرزم، جو آزادی کی ضمانت تصور کیا جاتا تھا، وہی ہراساں کرنے، ذلیل کرنے اور متعصّبانہ سلوک کرنے کا ذریعہ بن گیا ہے۔

غیر یورپی خواتین کے ساتھ اس طرح کا سرپرستانہ سلوک (Patronising) اوران کے 'تسلیم کرنے' (Submission) کے بارے فرضی گمان کی نفسیات فرانسیسی نوآبادیاتی دور سے جا ملتی ہے۔ نوآبادیاتی الجزائر کی خواتین کی عوامی نقاب کشائی کی تقریبات، فوج نے ۱۹۵۰ کے عشرے میں اس لیے کی تھیں تاکہ 'یکسانیت' (Assimilation) 'تسلیم' (Submission) اور 'تہذیب' (Civilisation) کو وہاں فروغ دیں۔ عورتوں کی نقاب کشائی کا عمل نوآبادیات اور وہاں کے لوگوں کے جسموں پر کنٹرول جمائے رکھنے کا ایک طریقہ تھا۔

MeToo ['میں بھی نشانہ بنی'] کے دور کے بعد، ایسے اقدامات جو خواتین کی 'جسمانی خودمختاری' پر حاوی نظر آتے ہیں، کھلی مذمت کے مستحق ہیں۔ خواتین کو یہ انتخاب کرنے کے لیے آزاد ہونا چاہیے کہ وہ اپنے جسم کو کس طرح ڈھانپنے کا انتخاب کریں یا نہ کریں۔

مگر مذہبی نشانات کی کھوج کی خواہش نے مسلمانوں کے لیے عدم برداشت کی فضا پیدا کر دی ہے، جو خواتین کو نشانہ بنانے سے بھی آگے نکل گئی ہے۔ داڑھیوں کو چیلنج کیا جا رہا ہے، اور

ایک مسلمان شخص کی پولیس میں بھرتی کی درخواست اس لیے مسترد کی گئی کیونکہ اس کی پیشانی پر کثرتِ سجود سے نشان بنا ہوا تھا۔ ابھی حال ہی میں، فرانسیسی فٹ بال فیڈریشن نے فیصلہ صادر کیا ہے کہ قومی ٹیم کے کھلاڑیوں کو رمضان میں روزے رکھنے کی اجازت نہیں ہے۔

مسلمانوں کے لیے یہ پیغام بہت واضح ہے کہ وہ ثقافتی طور پر 'ضم' (assimilate) ہوجائیں یا عوامی حلقوں سے دُور رہیں۔ یہ کوئی بڑی تعجب کی بات نہیں ہے کہ مسلم افراد کی بڑھتی ہوئی تعداد فرانس چھوڑ کر جارہی ہے۔

حال ہی میں پیرس کے ایک ہائی اسکول کے پرنسپل نے آن لائن، دھمکیاں موصول ہونے پر ملازمت چھوڑ دی جب ایک طالبہ کے ساتھ اس بات پر چپقلش ہوئی کہ وہ نقاب اتار دے۔ طالبہ جس کی عمر ۱۸ سال سے زیادہ تھی، نے یہ الزام لگایا کہ اس پر جسمانی حملہ کیا گیا، مگر عدالت نے اس الزام کو مسترد کر دیا۔ اس معاملے میں وزیراعظم گیبریل اٹل نے مداخلت کرتے ہوئے کہا کہ ''ریاست پرنسپل پر بدسلوکی کا جھوٹا الزام لگانے پر طالبہ پر مقدمہ دائر کرے گی''۔

۲۰ سال گزرنے کے باوجود نقاب پر پابندی اور مسلم لباس کے لیے عدم برداشت کی شکل میں فردِ جرم عائد کرنے کا یہ نتیجہ ہے کہ اسکولوں کو ابھی تک اس قانون کے نفاذ میں مشکل پیش آرہی ہے۔ بہت سے مسلمان اسے امتیازی سلوک سے تعبیر کرتے ہیں جو اکثر اس حد تک تناؤ کی شکل اختیار کر جاتا ہے کہ اکثر حکومتی مداخلت کی ضرورت پڑجاتی ہے۔ اپنی جگہ یہ قانون ایک صریح ناکامی ہے۔

مثبت خبر یہ ہے کہ مسلمان اور خاص طور پر مسلم خواتین نے گذشتہ ۲۰ برسوں میں نت نئے مزاحمتی طریقے تلاش کیے ہیں۔ انھوں نے مختلف تنظیمیں بنائی ہیں جیسا کہ: 'Lallab'، جو مسلم خواتین کے بارے میں بیانیوں کو چیلنج کرتی ہے۔ پھر 'Mums are All Equal'، جو حجاب پہننے والی ماؤں کو اپنے بچوں کی سکول کی زندگیوں میں شامل ہونے کی حمایت کرتی ہے، اور Les Hijabeuses، حجاب پہننے والی خواتین کی فٹ بال ٹیم۔

خوش قسمتی سے، نوجوان نسل سیکولرزم کے مسخ شدہ تصور کو مسترد کر رہی ہے۔ اُمید ہے کہ وہ ایک ایسا مستقبل تعمیر کر پائیں گے جو ہر شہری کے لیے خوش آیند اور اسے خوش آمدید کہنے والا ہو، چاہے وہ کچھ بھی اپنا سر ڈھانپنے کے لیے انتخاب کرتے ہوں۔ جب یہ ہدف حاصل ہو جائے، تب ہی یہ ملک ایک مستند آزاد فرانسیسی معاشرہ سمجھا جائے گا۔